۱۱۰۸

حضرت امام

محمد تقی

علیہ السلام

تحریر: مجلسِ مصنّفین

اِدارۂ "در راہِ حق" قُم

(ایران)

ترجمہ: سید احمد علی عابدی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ــــــــــــــــ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام
تحریر ــــــــــــــــ مجلس مصنفین ادارہ "در راہ حق" قم، ایران
ترجمہ ــــــــــــــــ سید احمد علی عابدی
ناشر ــــــــــــــــ نور اسلام۔ امامباڑہ، فیض آباد، یوپی
تعداد ــــــــــــــــ پانچ ہزار
کاتب ــــــــــــــــ حسن اختر
سرورق ــــــــــــــــ حامد ابوالفضل حسن
طباعت ــــــــــــــــ سلمان فارسی پریس، قم
قیمت ــــــــــــــــ سات روپے
تاریخ اشاعت ــــــــــــــــ ۱۴۰۲ھ ۱۹۸۲ء

باسمہٖ عزّ شانہٗ

انتساب

وہ امام ـــــــ جس کی امامت نے
حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہم السلام
کی نبوت کی صداقت کو مستحکم کر دیا۔

○ جس نے ثابت کر دیا کہ
نبوت و امامت سن و سال میں
مقید نہیں ہے۔

○ جس نے بھرے دربار میں غرور کا
سر کچل دیا۔

جوادُ الائمہ
امام ابُوجعفر محمدؐ تقی علیہ السلام
کی خدمتِ اطہر میں
ایک حقیر بضاعت

ـــــــ ناچیز
عابدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
و بہ نستعین

ابتدائیہ

سلسلۂ تخلیق میں رُوئے زمین پر سب سے عجیب داستان، انسان کی داستانِ خلافت اور جانشینی ہے۔ اگر غور سے دیکھیں، تمام مخلوقات پر انسان کو جو برتری حاصل ہے وہ اسی عطیۂ الٰہی کے سبب ہے کہ خدا نے زمین پر انسان کو اپنا نمائندہ بنایا ہے۔ حافظ شیراز نے اس بات کو کتنے اچھے پیرایہ میں کہا ہے ؎

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید
قرعہ فال بہ نامِ مَن دیوانہ زدند

"جس امانت کا بوجھ آسمان نہ اُٹھا سکا۔ اس کا قرعہ مجھ دیوانے کے نام نکلا"

انبیاء اور اوصیاء کا سلسلہ، آدمؑ سے خاتمؐ تک، اور پیغمبرِ اسلامؐ سے حضرت مہدیؑ تک خدا شناسی اور معنویت کی تاریخ میں اس سلسلۂ کوہ کے مانند ہے جو اپنے دامن میں علم و حکمت اور ولایت کے خزانے لئے ہوئے ہے۔ یہ ہستیاں خالق اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں، اور رُوئے زمین پر خلافتِ الٰہی کی محافظ۔

معنویت کے یہ کوہسار، بہترین مخلوق، نزدیک ترین، بندگانِ خدا

اور انسانوں کے رہنما ہیں۔ اپنے دور میں ہر ایک کی زندگی نامحسوس علم و دانش اور خدا پسند گفتار و کردار سے بھرپور تھی۔ ہر ایک کی حیات غیر معمولی حیات تھی۔ مناسبتوں کے اعتبار سے ہر ایک مختلف خصوصیات کی حامل ــــــ تقریباً ایک ہزار سال تک جناب نوح علیہ السلام زندہ رہے، نبوّت کی ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔ آخر کار خداوند عالم نے ان کے دشمنوں کو طوفان میں گھیر لیا۔ جناب ہود اور صالح علیہم السلام کے دشمنوں اور ان کا انکار کرنے والوں پر آسمانی عذاب نازل ہوا۔ جناب ابراہیم علیہ السلام پروانہ کی طرح آگ میں گئے اور حکم خدا سے آگ گلنار ہوگئی۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے خدا کے حکم سے فرعونیوں کے سامنے عصا کو اژدہا کر دیا۔ جناب سلیمانؑ نے ہوا پر حکمرانی کی، پرندوں سے گفتگو کی۔ جناب عیسیٰؑ نے مُردوں کو زندہ کیا۔ اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنے ساتھ خصوصیات لے کر تشریف لائے۔ آپؐ کی ولادت سے بُت سرنگوں ہوگئے، قصرِ کسریٰ کے چودہ کنگورے ٹوٹ گئے، آتش کدۂ فارس کی ہزار سالہ آگ ٹھنڈی ہوگئی ــــــ آپؐ کی نبوت سے دُنیا میں انقلاب آگیا، بشریت نے عصر نو کا آغاز کیا۔ ہاں سب سے زیادہ تعجب خیز داستان انسان کی داستانِ خلافت اور جانشینی ہے۔ خدا کا یہ انعام جس پیکر میں بھی ظاہر ہوا، اپنے ساتھ خصوصیات لے کر آیا۔

ایک خصوصیت یہ ہے کہ انبیاء اور ائمہ علیہم السلام میں سے کسی ایک نے بھی دُنیا میں تعلیم حاصل نہیں کی۔ انھوں نے کسی استاد زمانہ کے سامنے زانوئے تلمذتہ نہیں کیا، بلکہ ان تمام حضرات نے ذات لازوال سے علم حاصل کیا۔

یہی خصوصیت (دُنیا میں تعلیم حاصل نہ کرنا) اس بات کا سبب قرار پائی کہ رسالت اور الٰہی منصب کے لئے سن وسال کی قید نہ رہی، بلکہ خدا کی تائید اور ارادے سے ہر عمر میں رسالت اور انسانوں کی ہدایت کی ذمہ داری سونپ دی گئی۔ اسی لئے بعض درمیانی عمر میں، بعض جوانی میں بلکہ بعض بچپنے ہی میں اس منصب الٰہی پر فائز ہو گئے۔ کیونکہ اس منصب کا حصول مشیتِ الٰہی کے بغیر ناممکن ہے۔ اور جب خدا چاہے پھر سن وسال کی کوئی قید و شرط نہیں رہتی۔

لہٰذا قرآن میں ہمیں صراحت سے ملتا ہے کہ جناب یحییٰؑ کو بچپنے میں اور جناب عیسیٰؑ کو گہوارے ہی میں نبوت کا منصب مل گیا تھا۔

" یا یَحْییٰ خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ وَ اٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا" [1]

و۔ " قَالُوْا کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَھْدِ صَبِیًّا قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتَانِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا" [2]

"اے یحییٰ مضبوطی سے کتاب لو، اور ہم نے ان کو بچپنے ہی میں نبوت دے دی تھی۔ یہودی کہنے لگے ہم اس بچے سے کیسے بات کریں جو ابھی گہوارے میں ہے۔ جناب عیسیٰؑ نے فرمایا میں خدا کا بندہ ہوں، مجھے کتاب دی گئی ہے اور نبی بنایا گیا ہے۔"

یہ ان لوگوں کی کج فکری اور عقل سے انحراف ہے، جو ہمارے بعض ائمہ کی امامت پر صرف اس لئے اعتراض کرتے ہیں کہ انھیں کم سنی ہی میں منصبِ امامت عطا کر دیا گیا۔ اعتراض کرنے والوں کے لئے قرآن کریم کی آیتوں

---

[1] و [2] سورۂ مریم آیۃ ۱۱۔ ۲۸۔ ۲۹۔

میں منہ توڑ جواب موجود ہے۔ یہ اعتراض بھرپور جہالت کی عکاسی کرتا ہے، کہ ۸ یا ۹ سال کی عمر میں کیسے امام جواد علیہ السلام امام ہو گئے۔

حضرت امام ابوجعفر محمد بن علی الجواد علیہ السّلام اپنے پدر بزرگوار حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام ہوئے۔ آپ کی امامت کے بارے میں گذشتہ ائمہ علیہم السلام اور امام رضا علیہ السّلام نے وضاحت کر دی تھی کہ آٹھویں امام کے بعد آپ ہی نویں امام اور زمین پر خدا کی حجّت ہوں گے۔ آپ کی کم سنی کی بنا پر بارہا دشمنوں نے آپ کو آزمایا، لیکن ہر مرتبہ انھیں شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا، جناب یحییٰ اور جناب عیسیٰ علیہم السلام کی نبوّت کے لئے آپ کی امامت کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے لیکن ان کی نبوتوں کو آپ کی امامت کی دلیل نہیں قرار دیا جا سکتا ہے۔

مجلس مصنفین
اِدارہ "دَر راہِ حق"
قم۔ ایران

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
وبہ نستعین

ولادتِ امامؑ

نام ——— محمدؐ
کنیت ——— ابو جعفر
لقب ——— تقی ۔ جواد
پدر بزرگوار ——— حضرت امام علی رضا علیہ السّلام
والدہ ——— سبیکہ (خیزران)
ولادت ——— ۱۰ رجب ۱۹۵ھ
شہادت ——— آخر ذیقعدہ ۲۲۰ھ
قبر مطہر ——— کاظمین، بغداد ۔ عراق

حضرت امام علی رضا علیہ السّلام کی عمر مبارک کے چالیس سال گذر چکے تھے لیکن آپ کے کوئی اولاد نہ تھی، اور یہ بات شیعوں کے لئے کافی پریشان کن تھی، کیونکہ حضرت رسول خداؐ اور ائمہ علیہم السّلام سے جو روایات نقل ہوئی تھیں اس کی روشنی میں نویں امام علیہ السّلام آٹھویں امامؑ کے فرزند ہونگے لہذا انھیں اس بات کا سخت انتظار تھا کہ خداوند عالم امام رضا علیہ السلام کو جلد ایک فرزند سے نوازے، اس لئے کبھی امام رضا علیہ السّلام کی خدمتِ اقدس

میں شرفیاب ہوکر اس بات کی درخواست کرتے تھے کہ وہ خدا سے دعا مانگیں کہ خداوندِ عالم انھیں ایک فرزند عنایت فرمائے ــــــ لیکن امام ان کو تسلی دیتے تھے کہ: ــــــــــ

"خداوندِ عالم مجھے ایک فرزند عطا کرے گا، جو میرا وارث ہوگا اور میرے بعد امام ہوگا۔" (۱)

دس رجب ۱۹۵ھ کو امام محمّد تقی علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ (۲) آپ کا اسمِ مُبارک "محمد" کنیت "ابوجعفر" اور آپ کے مشہور القاب "تقی" اور "جواد" ہیں۔

آپ کی ولادت شیعوں کے لئے خوشی و مسرّت اور ایمان و اعتقاد میں استحکام کا سبب قرار پائی، کیونکہ ولادت میں تاخیر کی وجہ سے بعض شیعوں میں جو شک و شبہ پیدا ہو رہا تھا وہ ختم ہو گیا۔

امام جواد علیہ السلام کی والدہ کا اسمِ گرامی "سبیکہ" تھا، لیکن امام رضا ؑ نے آپ کا نام "خیزران" رکھا۔ آپ رسُول خدا ؐ کی زوجۂ محترمہ جناب "ماریہ قبطیہ" کے خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ (۳)۔ اخلاق و کردار میں اپنے زمانے کی تمام عورتوں سے افضل تھیں۔ پیغمبر اسلام ؐ نے ایک روایت میں آپ کو "خیر الاماء" بہترین کنیزِ خدا کے عنوان سے یاد فرمایا ہے (۴)۔ امام رضا علیہ السلام کے گھر میں آنے سے کافی پہلے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے آپ کی خصوصیات بیان فرمائی تھیں، اور اپنے ایک صحابی جناب "یزید بن سلیط" کے ذریعہ سلام کہلوایا تھا۔ (۵)

امام رضا علیہ السلام کی ہمشیرہ جناب "حکیمہ" کا بیان ہے کہ امام محمّد تقی علیہ السلام کی ولادت کے موقع پر میرے بھائی نے مجھ سے کہا کہ میں "خیزران"

کے پاس رہوں ـــــ ولادت کے تیسرے دن نومولود نے آنکھیں کھولیں، آسمان کی طرف دیکھا اور داہنے بائیں نگاہ کی اور فرمایا: "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔" یہ دیکھ کر میں سخت حیران ہوئی اور اپنے بھائی کی خدمت میں حاضر ہوئی، جو کچھ دیکھا تھا اسے بیان کیا۔ امامؑ نے فرمایا: "جو چیزیں اس کے بعد دیکھو گی وہ اس سے کہیں زیادہ عجیب ہوں گی"۔ (۶)

"ابو یحییٰ صنعانی" کا بیان ہے کہ میں امام رضا علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں تھا، اتنے میں امام جواد علیہ السلام، جو اس وقت کم سن تھے، امام علیہ السلام کی خدمت میں لائے گئے۔ امامؑ نے فرمایا: "یہ وہ مولود ہے جس سے زیادہ مبارک تر کوئی مولود شیعوں کے لئے دنیا میں نہیں آیا ہے"۔ (۷)

امامؑ کا یہ ارشاد شاید اس بنا پر ہو جس کی طرف ہم ابتدا میں اشارہ کر چکے ہیں امام محمد تقی علیہ السلام کی ولادت سے شیعوں کا یہ توہم بالکل ختم ہو گیا کہ امام رضاؑ کا کوئی جانشین نہیں ہے، آپ کی ولادت نے شیعوں کو شک و تردید میں مبتلا ہونے سے بچا لیا۔

"نوفلی" کا بیان ہے کہ جس وقت امام رضا علیہ السلام خراسان تشریف لے جا رہے تھے اس وقت میں نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے لائق کوئی خدمت یا کوئی پیغام تو نہیں ہے۔؟

فرمایا: "تم پر واجب ہے کہ میرے بعد میرے فرزند "محمدؑ" کی پیروی کرو، اور میں ایک ایسے سفر پر جا رہا ہوں جہاں سے واپسی نہیں ہوگی"۔ (۸)

امام رضا علیہ السّلام کے کاتب "محمد بن ابی عباد" کا بیان ہے کہ حضرت ہمیشہ اپنے فرزند "محمد" کو کنیت سے یاد فرماتے تھے[1] (جس وقت امام جواد

[1] عربوں کی ایک تہذیب یہ ہے کہ احترام کے وقت کنیت کا استعمال کرتے ہیں۔

علیہ السلام کا خط آتا تھا) آپ فرماتے تھے کہ: "ابوجعفر نے مجھے یہ لکھا ہے"۔... اور جس وقت میں (امامؑ کے حکم سے) ابوجعفرؑ کو خط لکھتا تھا، امامؑ بہت ہی بزرگی اور احترام کے ساتھ ان کو مخاطب فرماتے تھے۔ امام جواد علیہ السلام کے جو خطوط آتے تھے وہ فصاحت و بلاغت اور ادب کی خوبصورتی سے بھرپور ہوتے تھے۔

"محمّد بن عباد" سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو فرماتے سُنا کہ: "میرے بعد میرے خاندان میں ابوجعفرؑ میرے وصی اور جانشین ہوں گے"۔ (۹)

"معمر بن خلاد" کی روایت ہے کہ: امام رضا علیہ السلام نے کسی چیز کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمھیں کس چیز کی ضرورت ہے یہ بات مجھ سے سنو۔ یہ ابوجعفر ہیں یہ میرے جانشین ہیں، ان کو میں نے اپنی جگہ قرار دیا ہے (یہ تمھارے تمام سوالات اور مسائل کا جواب دیں گے) ہم اس خاندان سے ہیں جہاں بیٹا باپ سے (حقائق و معارف کی) بھرپور میراث حاصل کرتا ہے۔(۱۰) (مطلب یہ ہے کہ اسرار و رموز امامت ایک امام دوسرے امام سے حاصل کرتا ہے اور یہ خصوصیت صرف اماموں سے مخصوص ہے۔ ائمہ علیہم السلام کے دوسرے فرزندوں سے نہیں)۔

"خیرانی" نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں خراسان میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں تھا، ایک شخص نے حضرت سے دریافت کیا کہ اگر آپ کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو اس وقت ہم کس کی طرف رجوع کریں؟

فرمایا:۔ "میرے فرزند ابوجعفر کی طرف"۔

سائل امام محمد تقی علیہ السلام کے سن و سال کو کافی نہیں سمجھ رہا تھا، (اور یہ سوچ رہا تھا کہ بچپنا امامت کی ذمہ داریوں کو نہیں نبھا سکتا ہے) اس وقت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ:۔ "خداوند عالم نے جناب عیسٰی علیہ السلام کو رسالت و نبوت کے لئے منتخب فرمایا جبکہ ان کا سن ابوجعفر کے سن سے کم تھا۔" (۱۱)

"عبداللہ بن جعفر" کا بیان ہے کہ میں "صفوان بن یحیٰی" کے ہمراہ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا۔ امام نقی علیہ السلام بھی وہاں تشریف فرما تھے اس وقت آپ تین سال کے تھے۔ ہم نے امام رضا علیہ السلام سے پوچھا اگر آپ کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو اس صورت میں آپ کا جانشین کون ہوگا۔؟

امامؑ نے ابوجعفرؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "میرا یہ فرزند"۔

عرض کیا: "اسی سن و سال میں۔؟"

فرمایا: "ہاں! اسی عمر میں، خداوند عالم نے جناب عیسیٰؑ کو اپنی حجت قرار دیا جبکہ وہ تین سال کے بھی نہیں تھے۔" (۱۲)

امامتِ امامؑ

امامت بھی نبوّت کی طرح ایک عطیۂ الٰہی ہے، جسے خدا اپنے منتخب و برگزیدہ اور شائستہ بندوں کو عطا فرماتا ہے، اور اس عطا میں سن و سال کی کوئی قید و شرط نہیں ہے۔ وہ لوگ جو نبوّت و امامت کو بچپن کے ساتھ ناممکن خیال کرتے ہیں وہ ان الٰہی و آسمانی مسائل کو معمولی اور عادی

باتوں پر قیاس کرتے ہیں، جبکہ نبوت اور امامت کا تعلق خداوند عالم کے ارادے ومشیت سے ہے۔ خداوند عالم اپنے بندوں میں سے جس کو شائستہ سمجھتا ہے اسے لامحدود علم عطا کر دیتا ہے۔ لہٰذا ممکن ہے کہ خداوند عالم بعض مصالح کی بنا پر تمام علوم ایک بچّہ میں ودیعت کر دے اور اسے بچپنے ہی میں نبوّت یا امامت کے عہدے پر فائز کر دے۔

ہمارے نویں امام حضرت امام محمد تقی علیہ السلام آٹھ یا نو سال کی عمر میں امامت کے عظیم منصب پر فائز ہوئے۔ "معلّی بن احمد" کی روایت ہے کہ: امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد میں نے امام تقی علیہ السلام کی زیارت کی، اور آپ کے خد وخال، قد و اندام پر غور کیا، تاکہ لوگوں کے لئے بیان کر سکوں، اتنے میں امام محمد تقی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"اے معلّی! خداوند عالم نے نبوت کی طرح امامت کے لئے بھی دلیل پیش کی ہے "وَ آتَیْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا" ہم نے بچپنے ہی میں یحیٰی کو نبوت عطا کر دی۔ (۱۳)

"محمّد بن حسن بن عمار" کی روایت ہے کہ:

" میں دو سال سے مدینہ میں "علی بن جعفر" کی خدمت میں حاضر ہوتا اور وہ روایتیں لکھتا تھا جسے وہ اپنے بھائی امام موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام سے ہمارے لئے بیان کرتے تھے، ایک دن ہم لوگ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں امام جواد علیہ السلام تشریف لائے، ان کو دیکھتے ہی علی بن جعفر برہنہ پا اور بغیر عبا کے احترام کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔

امام نے فرمایا: چچا جان آپ تشریف رکھیں، خدا آپ پر رحمتیں نازل

فرمائے۔"

عرض کیا۔" آقا! میں کیونکر بیٹھ سکتا ہوں جبکہ آپ کھڑے ہوئے ہیں۔"

جب علی بن جعفر واپس آئے تو ان کے دوستوں اور ساتھیوں نے ان کو ملامت کی کہ آپ ان کے والد کے چچا ہیں اور اس طرح ان کا احترام کرتے ہیں۔!

علی بن جعفر نے کہا۔ خاموش رہو۔ (اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا) جب خداوند عالم نے اس سفید داڑھی کو امامت کے لائق نہیں سمجھا، اور اس جوان کو اس کے لئے سزاوار قرار دیا۔ (تم یہ چاہتے ہو) میں ان کی فضیلت کا انکار کروں ؟! میں تمھاری باتوں کے بارے میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں تو اس کا ایک بندہ ہوں۔ (۱۴)

"عمر بن فرج" کا بیان ہے کہ میں امام جواد علیہ السلام کے ساتھ دریائے دجلہ کے کنارے کھڑا ہوا تھا۔ میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔" آپ کے شیعہ کہتے ہیں کہ آپ دجلہ کے پانی کا وزن جانتے ہیں"۔

فرمایا:" کیا خدا اس بات پر قادر ہے کہ ایک مچھر کو دجلہ کے پانی کے وزن کا علم عطا کر دے۔"؟

عرض کیا:" ہاں خدا قادر ہے"۔

فرمایا:" میں خدا کے نزدیک مچھر اور اس کی اکثر مخلوقات سے کہیں زیادہ عزیز ہوں۔" (۱۵)

"علی بن حسان واسطی" کا بیان ہے کہ میں (امامؑ کی کم سنی کا خیال کرتے ہوئے) کچھ کھیل کود کا سامان لے کر بطور تحفہ امام کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے حاضرِ خدمت ہوا ــــــ (لوگ امامؑ سے اپنے مسائل دریافت کر رہے

تھے اور امامؑ ہر ایک کا جواب دے رہے تھے) جب ان کے سوالات تمام ہو گئے اور وہ سب چلے گئے تو امام تشریف لے جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، میں بھی امام کے ہمراہ ہو لیا۔ امام کے خادم کے ذریعہ اجازت حاصل کر کے خدمت میں حاضر ہوا۔ سلام کیا، امام نے سلام کا جواب دیا۔ امام کچھ ناراض معلوم ہو رہے تھے، مجھے بیٹھنے کی اجازت نہیں دی۔ آگے بڑھ کر میں نے کھیل کود کا سامان اُن کے سامنے رکھ دیا۔ امام نے مجھ پر ایک نظر کی اور سارا سامان اِدھر اُدھر پھینک دیا۔ اور فرمایا:

"خدا نے مجھے کھیل کود کے لئے پیدا نہیں کیا ہے، مجھے اس سے کیا کام"۔!

میں نے تمام چیزیں سمیٹ لیں اور حضرت سے معذرت طلب کی۔ اور حضرت نے معاف کر دیا، پھر میں واپس آ گیا۔(۱۶)

غیب کی خبریں اور معجزات

(۱) امام علی رضا علیہ السّلام کی شہادت کے بعد مختلف شہروں سے اسّی علماء اور دانش مند حج کرنے کے لئے مکّہ روانہ ہوئے۔ اپنے سفر کے دَوران مدینہ بھی گئے تاکہ امام جواد علیہ السّلام کی زیارت بھی کرلیں۔ ان لوگوں نے امام صادق علیہ السّلام کے ایک خالی گھر میں قیام کیا۔

امام جواد علیہ السلام جو اس وقت کم سِن تھے ان کی بزم میں تشریف لائے "موفق" نامی شخص نے لوگوں سے آپ کا تعارف کرایا، سب ہی احترام میں کھڑے ہوگئے، اور سب نے آپ کو سلام کیا، اس کے بعد ان لوگوں نے سوالات کرنا شروع کئے۔ حضرت نے ہر ایک کا جواب دیا، (اس واقعہ سے ہر ایک کو آپ کی امامت کا مزید یقین ہوگیا) ہر ایک خوش حال تھا، سب نے ہر ایک کی تعظیم کی اور آپ کے لیے دُعائیں کیں۔

ان میں سے ایک شخص "اسحاق" بھی تھا، جس کا بیان ہے کہ میں نے ایک خط میں دس سوال لکھ لئے تھے کہ موقع ملنے پر حضرت سے اس کا جواب چاہوں گا، اگر انھوں نے تمام سوالوں کا جواب دے دیا تو اس وقت حضرت سے اس بات کا تقاضا کروں گا کہ وہ میرے حق میں یہ دُعا فرمائیں کہ میری زوجہ کے حمل کو خدا فرزند قرار دے۔ نشست کافی طولانی ہوگئی، لوگ مسلسل آپ سے سوال کر رہے تھے، اور آپ ہر ایک کا جواب دے رہے تھے۔ یہ

سوچ کر میں اُٹھا کہ خط کل حضرت کی خدمت میں پیش کروں گا۔ امامؑ کی نظر جیسے ہی مجھ پر پڑی ارشاد فرمایا:۔

"اسحاق! خدا نے میری دُعا قبول کر لی ہے۔ اپنے فرزند کا نام "احمد" رکھنا۔"

میں نے کہا: "خدایا تیرا شکر، یقیناً آپ ہی حجّت خدا ہیں۔"

جب اسحاق وطن واپس آیا، خدا نے اس کو ایک فرزند عطا کیا جس کا نام اس نے "احمد" رکھا۔ (۱۷)

(۲) "عمران بن محمدّ اشعری" کا بیان ہے کہ میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا، تمام باتوں کے بعد امامؑ سے عرض کیا کہ:۔

"اُمّ الحسن" نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے، اور یہ درخواست کی ہے کہ آپ اپنا ایک لباس عنایت فرمائیں جسے وہ اپنا کفن بنا سکے۔

امام نے فرمایا:۔ "وہ ان چیزوں سے بے نیاز ہو چکی ہے"۔

میں امام کے اس جملہ کا مطلب نہ سمجھ سکا، یہاں تک کہ مجھ تک یہ خبر پہونچی کہ جس وقت میں امام کی خدمت میں حاضر تھا، اس سے ۱۳، ۱۴ روز پہلے ہی ام الحسن کا انتقال ہو چکا تھا۔ (۱۸)

(۳) "احمد بن حدید" کا بیان ہے کہ ایک قافلہ کے ہمراہ حج کو جا رہا تھا راستے میں ڈاکوؤں نے ہمیں گھیر لیا (اور ہمارا سارا مال لوٹ لیا)، جب ہم لوگ مدینہ پہونچے ایک کوچہ میں امام جواد علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ ہم لوگ ان کے گھر پہونچے، اور سارا واقعہ بیان کیا۔ امامؑ نے حکم دیا، کپڑا اور پیسہ ہم کو لا کر دیا گیا۔ امامؑ نے فرمایا، جتنے پیسے ڈاکو لے گئے ہیں اسی حساب سے آپس میں تقسیم کر لو۔ ہم نے پیسہ آپس میں تقسیم کیا۔

معلوم یہ ہوا کہ جتنا ڈاکو لے گئے تھے اسی قدر امامؑ نے ہمیں دیا ہے اس مقدار سے نہ کم تھا اور نہ زیادہ۔ (۱۹)

④ "محمد بن سہل قمی" کا بیان ہے کہ میں مکّہ میں مجاور ہو گیا تھا، وہاں سے مدینہ گیا اور امام کا مہمان ہوا۔ میں امام سے ان کا ایک لباس چاہتا تھا مگر آخر وقت تک اپنا مطلب بیان نہ کرسکا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا، اپنی اس خواہش کو ایک خط کے ذریعہ امامؑ کی خدمت میں پیش کروں اور میں نے یہی کیا۔ اس کے بعد میں مسجد نبویؐ چلا گیا اور وہاں یہ طے کیا کہ دو رکعت نماز بجالاؤں اور خداوند عالم سے ۱۰۰ مرتبہ طلب خیر کروں، اس وقت اگر دل نے گواہی دی تو خط امام کی خدمت میں پیش کروں گا، ورنہ اس کو پھاڑ کر پھینک دوں گا ـــــ میرے دل نے گواہی نہیں دی، میں نے خط پھاڑ کر پھینک دیا اور مکہ کی طرف روانہ ہو گیا ـــــ راستے میں میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کے ہاتھ میں رومال ہے جس میں ایک لباس ہے اور وہ شخص قافلہ میں مجھے تلاش کر رہا ہے۔ جب وہ مجھ تک پہونچا تو کہنے لگا: ـــــ

"تمھارے مولیٰ نے یہ لباس تمھارے لئے بھیجا ہے"۔ (۲۰)

⑤ درخت کی بار آوری

مامون نے امام جواد علیہ السّلام کو بغداد بُلایا اور اپنی بیٹی سے آپ کی شادی کی، لیکن آپ بغداد میں ٹھہرے نہیں اور اپنی اہلیہ کے ساتھ مدینہ واپس آگئے۔

جس وقت امام مدینہ واپس ہو رہے تھے اس وقت کافی لوگ

آپ کو وداع کرنے کے لئے شہر کے دروازے تک آپ کے ساتھ آئے اور خدا حافظ کہا۔

مغرب کے وقت آپ ایسی جگہ پہونچے جہاں ایک پُرانی مسجد تھی۔ نماز مغرب کے لئے امامؑ اس مسجد میں تشریف لے گئے۔ مسجد کے صحن میں بیر کا ایک درخت تھا جس میں آج تک پھل نہیں آئے تھے۔ امامؑ نے پانی طلب کیا اور اس درخت کے تھالے میں وضو فرمایا اور جماعت کے ساتھ مغرب کی نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد آپ نے چار رکعت نماز نافلہ پڑھی اس کے بعد آپ سجدۂ شکر بجالائے، اور آپ نے تمام لوگوں کو رُخصت کر دیا۔

دوسرے ہی دن اس درخت میں پھل آ گئے اور بہترین پھل۔ یہ دیکھکر لوگوں کو بہت تعجب ہوا۔ (۲۱) جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے برسوں بعد میں نے خود اس درخت کو دیکھا اور اس کا پھل کھایا ہے۔

⑥ امام رضاؑ کی شہادت کا اعلان

"امیہ بن علی" کا بیان ہے کہ جس وقت امام رضا علیہ السلام خراسان میں تشریف فرما تھے، اس وقت میں مدینہ میں زندگی بسر کر رہا تھا، اور امام جوادؑ کے گھر میں میرا آنا جانا تھا۔ امام کے رشتہ دار عام طور سے سلام کرنے امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک دن امام علیہ السلام نے کنیز سے کہا، ان (عورتوں) سے کہہ دو عزاداری کے لئے تیار ہو جائیں۔ امامؑ نے ایک بار پھر اس بات کی تاکید فرمائی کہ وہ لوگ عزاداری کے لئے آمادہ

ہوجائیں! ان لوگوں نے دریافت کیا۔"کس کی عزاداری کے لئے"؟

فرمایا: "روئے زمین کے سب سے بہتر انسان کے لئے"۔

عرصے کے بعد امام رضا علیہ السلام کی شہادت کی خبر مدینہ آئی۔ معلوم ہوا کہ اسی دن امام رضا علیہ السّلام کی شہادت واقع ہوئی ہے جس دن امامؑ نے فرمایا تھا کہ "عزاداری کے لئے تیار ہوجاؤ"۔ (۲۲)

⑦ اعتراف قاضی

قاضی "یحییٰ بن اکثم"۔ جو خاندانِ رسالت و امامت کے سخت دشمنوں میں تھا، اس نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ایک دن رسُولِ خداؐ کی قبر مطہر کے نزدیک امام جواد علیہ السلام کو دیکھا۔ ان سے کہا، خدا کی قسم میں کچھ باتیں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں لیکن مجھے شرم محسوس ہورہی ہے۔ امامؑ نے فرمایا، سوال کئے بغیر تمھاری باتوں کے جواب دے دوں گا۔ تم یہ دریافت کرنا چاہتے ہو کہ امام کون ہے؟

میں نے کہا۔ خدا کی قسم یہی دریافت کرنا چاہتا تھا۔

فرمایا: "میں امام ہوں"۔

میں نے کہا: اس بات پر کوئی دلیل ہے؟

اس وقت وہ عصا جو حضرت کے ہاتھوں میں تھا، وہ گویا ہوا، اور اس نے کہا:۔ "یہ میرے مولیٰ ہیں، اس زمانے کے امام ہیں اور خدا کی حجت ہیں"۔ (۲۳)

⑧ پڑوسی کی نجات

"علی بن جریرؒ کا بیان ہے کہ میں امام جواد علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ امامؑ کے گھر کی ایک بکری غائب ہوگئی تھی، ایک پڑوسی کو چوری کے الزام میں کھینچتے ہوئے امامؑ کی خدمت میں لائے، امام نے فرمایا:۔

" وائے ہو تم پر! اس کو آزاد کرو، اس نے بکری نہیں چرائی ہے۔ بکری اس وقت فلاں گھر میں ہے جاؤ وہاں سے لے آؤ۔"

امامؑ نے جہاں بتایا تھا وہاں گئے اور بکری کو لے آئے، اور گھر والے کو چوری کے الزام میں گرفتار کیا، اس کی پٹائی کی، اس کا لباس پھاڑ ڈالا، اور وہ قسم کھا رہا تھا کہ اس نے بکری نہیں چرائی ہے۔

اس شخص کو امام کی خدمت میں لائے، امامؑ نے فرمایا: وائے ہو تم پر، تم نے اس شخص پر ظلم کیا، بکری خود اس کے گھر میں چلی گئی تھی، اس کو خبر بھی نہ تھی۔

اس وقت امامؑ نے اس کی دل جوئی کے لئے اور اس کے نقصان کو پورا کرنے کے لئے ایک رقم اس کو عطا فرمائی۔ (۲۴)

⑨ قیدی کی رہائی

" علی بن خالدؒ کا بیان ہے کہ" سامراء" میں مجھے یہ اطلاع ملی کہ ایک شخص کو شام سے گرفتار کر کے یہاں لائے ہیں اور قید خانہ میں اس کو قید کر رکھا ہے۔ مشہور ہے کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے۔

میں قید خانہ گیا، دربان سے نہایت نرمی اور احترام سے پیش آیا۔ یہاں تک

کہ میں اس قیدی تک پہونچ گیا، وہ شخص مجھے بافہم اور عقل مند نظر آیا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ تمھارا کیا قصّہ ہے؟

کہنے لگا:۔ "شام میں ایک جگہ ہے جس کو "رأس الحسینؑ" کہتے ہیں (جہاں امام حسین علیہ السلام کا سر مقدس رکھا گیا تھا) میں وہاں عبادت کیا کرتا تھا۔ ایک رات جب میں ذکر الٰہی میں مصروف تھا۔ ایکا ایکی ایک شخص کو اپنے سامنے پایا، اس نے مجھ سے کہا، کھڑے ہو جاؤ۔

میں کھڑا ہو گیا، اس کے ساتھ چند قدم چلا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ مسجد کوفہ میں ہوں اس نے مجھ سے پوچھا۔ اس مسجد کو پہچانتے ہو؟

میں نے کہا۔ ہاں یہ مسجد کوفہ ہے۔

وہاں ہم نے نماز پڑھی، پھر ہم وہاں سے باہر چلے آئے۔ پھر تھوڑی دُور چلے تھے کہ دیکھا مدینہ میں مسجد نبویؐ میں ہوں۔ آنحضرتؐ کی قبر اطہر کی زیارت کی، مسجد میں نماز پڑھی، پھر وہاں سے چلے آئے۔ پھر چند قدم چلے دیکھا کہ مکہ میں موجود ہوں، خانۂ کعبہ کا طواف کیا اور باہر چلے آئے۔ پھر چند قدم چلے تو اپنے کو شام میں اسی جگہ پایا جہاں میں عبادت کر رہا تھا، اور وہ شخص میری نگاہوں سے پوشیدہ ہو گیا۔

جو کچھ دیکھا تھا وہ میرے لئے کافی تعجب خیز تھا۔ یہاں تک کہ اس واقعہ کو ایک سال گزر گیا۔ ایک سال بعد وہ شخص پھر آیا گذشتہ سال کی طرح اس مرتبہ بھی وہی سب واقعات پیش آئے۔ لیکن اس مرتبہ جب وہ جانے لگا تو میں نے اس کو قسم دے کر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا:۔ "میں محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہوں۔"

یہ واقعہ میں نے بعض لوگوں سے بیان کیا، اس کی خبر معتصم عباسی کے وزیر

"محمد بن عبد الملک زیات" تک پہونچی، اس نے میری گرفتاری کا حکم دیا، جس کی بنا پر مجھے قید کرکے یہاں لایا گیا ہے۔ جھوٹوں یہ خبر پھیلادی کہ میں نبوت کا دعویدار ہوں۔"

علی بن خالد کا بیان ہے کہ میں نے اس سے کہا کہ اگر تم اجازت دو تو صحیح حالات زیات کو لکھ کر بھیجوں، تاکہ وہ صحیح حالات سے باخبر ہو جائے۔

کہنے لگا "لکھو۔"

میں نے سارا واقعہ "زیات" کو لکھا۔ اس نے اسی خط کی پشت پر جواب لکھا کہ "اس سے کہو کہ جو شخص ایک شب میں اسے شام سے کوفہ، مدینہ اور مکّہ لے گیا اور واپس لے آیا، اسی سے رہائی طلب کرے۔"

یہ جواب سُن کر میں بہت رنجیدہ ہوا، دوسرے دن میں قیدخانہ گیا تاکہ اسے صبر و شکر، عزم و ہمّت کی تلقین کروں اور اس کا حوصلہ بڑھاؤں۔ جب وہاں پہونچا تو دیکھا دربان اور دوسرے افراد پریشان حال نظر آرہے ہیں۔ دریافت کیا کہ وجہ کیا ہے؟

کہنے لگے، جو شخص پیغمبری کا دعوے دار تھا وہ کل رات قیدخانہ سے نہیں معلوم کس طرح باہر چلا گیا۔ زمین میں دھنس گیا، یا آسمان میں اُڑ گیا۔! مسلسل تلاش کے بعد بھی اس کا کوئی پتہ نہ چلا۔ (۲۵)

(۱۰) "ابوالصلت ہروی" امام رضا علیہ السلام کے بہت ہی مقرب ترین اصحاب میں تھے۔ امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد مامون کے حکم سے آپ کو قید کردیا گیا۔ آپ کا بیان ہے کہ:

" ایک سال تک قید خانہ میں رہا، عاجز آگیا۔ ایک رات، ساری رات دُعا و عبادت میں مشغول رہا، پیغمبر اسلامؐ اور اہلبیت علیہم السلام کو اپنے

مسائل کے سلسلے میں واسطہ قرار دے کر خدا سے دعا مانگی کہ مجھے رہائی عطا فرمائے ابھی میری دعا تمام بھی نہ ہونے پائی تھی کہ دیکھا امام جواد علیہ السلام میرے پاس موجود ہیں، مجھ سے فرمایا: "اے ابوالصلت کیا عاجز آگئے ؟"

عرض کیا: "اے مولیٰ، ہاں عاجز آگیا ہوں"۔

فرمایا:- "اٹھو۔ آپ نے زنجیروں پر ہاتھ پھیرا، اس کے سارے حلقے کھل گئے۔ انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور قید خانہ سے باہر لے آئے۔ دربانوں نے مجھے دیکھا مگر حضرت کے رعب و جلال سے کسی میں زبان کھولنے کی سکت نہیں تھی ــــ جب امام مجھے باہر لے آئے تو مجھ سے فرمایا:- "جاؤ خدا حافظ اب نہ مامون تمھیں دیکھے گا اور نہ تم ہی اس کو دیکھو گے"۔ جیسا امام علیہ السلام نے فرمایا تھا، ویسا ہی ہوا۔ (۲۶)

⑪ معتصم عبّاسی کی نشست

"زرقان" جو "ابن ابی داؤد"[1] کا گہرا دوست تھا، اس کا بیان ہے کہ ایک دن "ابن ابی داؤد" معتصم کی بزم سے رنجیدہ واپس آرہا تھا۔ میں نے رنجیدگی کا سبب دریافت کیا۔

کہنے لگا:-

"اے کاش میں بیس سال پہلے مرگیا ہوتا"۔

پوچھا:- "آخر کیوں۔؟"

کہا:- "آج معتصم کی بزم میں ابوجعفر ــــ امام جوادؑ ــــ سے جو صدمہ

---

[1] ابن ابی داؤد، مامونؔ، معتصمؔ، واثقؔ اور متوکل کے زمانے میں بغداد کے قاضیوں میں تھا۔

مجھے پہونچا ہے"۔

پوچھا: "ماجرا کیا ہے"؟

کہا:۔ "ایک شخص نے چوری کا اعتراف کیا، اور معتصم سے یہ تقاضا کیا کہ وہ حد جاری کر کے اسے پاک کر دے۔ معتصم نے تمام فقہار کو جمع کیا، ان میں محمد بن علی (امام جواد علیہ السلام) بھی تھے۔ معتصم نے ہم سے پوچھا۔

"چور کا ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے؟"

میں نے کہا: "کلائی سے"۔

پوچھا: "اس کی دلیل کیا ہے؟"

میں نے کہا: آیۂ تیمم میں ہاتھ کا اطلاق کلائی تک ہوا ہے:۔ فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ۔ (۲۷) "اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرو"۔ کلائی تک ہاتھ کا اطلاق ہوا ہے۔

اس مسئلہ میں فقہار کی ایک جماعت میرے موافق تھی، سب کا قول یہی تھا کہ چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹا جائے۔ لیکن دوسرے فقہار کا نظریہ یہ تھا کہ چور کا ہاتھ کہنی سے کاٹا جائے۔ معتصم نے ان سے دلیل طلب کی۔ انھوں نے کہا، آیۂ وضو میں ہاتھ کا اطلاق کہنی تک ہوا ہے:۔ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ۔ (۲۸) "اپنے چہروں کو دھو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک"۔ یہاں کہنی تک ہاتھ کا اطلاق ہوا ہے۔

اس وقت معتصم نے محمد بن علی (امام جوادؑ) کی طرف رُخ کیا اور پوچھا کہ اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟

فرمایا: "ان لوگوں نے اپنے نظریات بیان کر دیئے ہیں لہٰذا مجھے معاف رکھو"۔

معتصم نے بہت اصرار کیا، اور قسم دے کر کہا کہ آپ اپنا نظریہ ضرور بیان فرمائیے۔

فرمایا:۔ چونکہ تم نے قسم دی ہے لہٰذا سنو، یہ سب لوگ اشتباہ میں ہیں۔ چور کی صرف چار انگلیاں کاٹی جائیں گی۔

معتصم نے دریافت کیا اس کی دلیل کیا ہے؟

فرمایا:۔ رسولِ خداؐ کا ارشاد ہے کہ سجدہ سات اعضاء پر واجب ہے پیشانی، ہاتھ کی ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور پاؤں کے دونوں انگوٹھے، لہٰذا اگر کلائی یا کہنی سے چور کا ہاتھ کاٹا جائے تو وہ سجدہ کس طرح کرے گا۔ اور خداوندِ عالم کا ارشاد ہے:۔ وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا۔ (۲۹) جن سات اعضاء پر سجدہ واجب ہے وہ سب خدا کے لئے ہیں، خدا کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔" اور جو چیز خدا کے لئے ہو وہ کاٹی نہیں جاسکتی ہے۔[1]

---

[1] مسجد (جیم پر زیر جیسے مجلِس، یا جیم پر زبر جیسے مشغَل، اس کی جمع مساجد آتی ہے) کے معنی ہیں سجدہ کرنے کی جگہ، جس طرح مسجدیں، خانہ کعبہ، اور وہ چیزیں جن پر سجدہ کیا جاتا ہے، یہ تمام چیزیں سجدہ کرنے کی جگہ ہیں۔ اسی طرح پیشانی اور بقیہ چھ اعضاء کو بھی مسجد یعنی محلِ سجدہ کہا جاتا ہے اسی بناء پر اس روایت میں "المساجد" کی تفسیر میں سات اعضاء سجدہ کا ذکر ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں دو روایتیں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ذکر ہوئی ہیں۔ ایک روایت "کافی" میں ہے اور دوسری تفسیر قمی میں۔ ان روایتوں میں "المساجد" کی تفسیر میں سات اعضاء سجدہ کا ذکر ہوا ہے۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "فقیہ ..." میں اس آیت کی تفسیر میں اعضائے سجدہ کا تذکرہ کیا ہے۔ یہی مفہوم "سعید بن جبیرؓ" "زجاج" اور "فراء" سے بھی (باقی حاشیہ ۲۸ پر)

ابن ابی داؤد کا کہنا ہے کہ معتصم نے آپ کا جواب پسند کیا اور حکم دیا کہ چور کی صرف چار انگلیاں کاٹی جائیں (اور سب کے سامنے ہم سب کی آبرو چلی گئی) اس وقت میں نے (شرم کے مارے) موت کی تمنا کی۔ (۳۰)

سازشی شادی

امام رضا علیہ السلام کے حالات زندگی کے سلسلے میں ہم اس طرف اشارہ کر چکے ہیں کہ سماج میں جو افراتفری پھیلی ہوئی تھی، علوبین بھی ہنگامے برپا کر رہے تھے۔ ان چیزوں سے نجات حاصل کرنے کیلئے شیعوں اور ایرانیوں کو اپنے ساتھ لینے کے لئے مامون عباسی نے اپنے کو اہلبیت علیہم السلام کا دوست ظاہر کرنا شروع کر دیا۔ امام رضا علیہ السلام کو زبردستی ولی عہد بنا کر اپنی اس ظاہر داری کو اور مستحکم کرنا چاہا اور امام کی نقل و حرکت کو نزدیک سے زیر نظر رکھا۔

———— (بقیہ حاشیہ ص۲۷) ————

نقل ہوا ہے۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ اگر "المساجد" کی تفسیر میں اعضاء کا تذکرہ درست نہ ہوتا تو معتصم کی مجلس میں موجود فقہاء خاموش نہ رہتے خاص کر اس وقت جبکہ اعتراض کی تلاش میں تھے۔ معتصم عرب تھا اگر یہ تفسیر عربی ادب کے اعتبار سے درست نہ ہوتی تو ہرگز معتصم یوں خاموش نہ رہتا بلکہ ضرور اعتراض کرتا۔ امام ؑ نے جب "المساجد" کی تفسیر بیان فرمائی اس وقت سارے فقہاء اور معتصم کا خاموش رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ تفسیر بالکل صحیح ہے۔ اس تفسیر کو صحیح سمجھتے ہوئے معتصم نے حد کے نفاذ کا حکم دیا۔ مزید تفصیل کے لئے یہ کتابیں دیکھی جائیں:۔
تفسیر صافی ج ۲ ص ۷۵۲، تفسیر نور الثقلین ج ۵ ص ۴۴۳، تفسیر مجمع البیان ج ۱۰ ص ۳۷۲

دوسری طرف مامون کے خاندان والے مامون کے اس اقدام سے خوش نہیں تھے وہ یہ سوچ رہے تھے کہ اس طرح مامون خلافت بنی عباس سے علویوں میں منتقل کرنا چاہتا ہے، اس لئے بنی عباس مامون کے اس اقدام سے کافی ناراض تھے۔ اور انھوں نے مامون کی مخالفت بھی شروع کر دی لیکن جب مامون نے امام رضا علیہ السلام کو شہید کر دیا تو بنی عباس خاموش ہو گئے اور مامون کے اس عمل سے کافی خوش بھی ہو گئے اور اس کے نزدیک آ گئے۔

مامون نے امام رضا علیہ السلام کو بہت ہی پوشیدہ طریقے سے زہر دیا تھا اور یہ کوشش کر رہا تھا کہ یہ بات پھیلنے نہ پائے، اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لئے خود کو امام کا عزادار ظاہر کیا۔ یہاں تک کہ تین دن تک امام کے گھر پر ٹھہرا رہا، اور نمک روٹی کھاتا رہا۔ ان تمام کوششوں کے باوجود علویوں پر حقیقت واضح ہو گئی کہ امام کا قاتل مامون کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ اس بات نے علویوں کو سخت رنجیدہ کیا اور ان کو انتقام لینے پر آمادہ کر دیا۔ مامون کو پھر اپنا تخت و تاج خطرے میں نظر آیا اور اس نے تخت و تاج کی حفاظت کی خاطر ایک اور چال چلی۔ امام جواد علیہ السلام سے بہت زیادہ محبت اور عقیدت کا اظہار کرنے لگا اور زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے لئے اپنی بیٹی کو امام جواد علیہ السلام کے عقد میں دے دیا اور یہ کوشش کرنے لگا کہ اس چال سے بھی وہی فائدہ اٹھائے جو اس نے امام رضا علیہ السلام کو زبردستی ولی عہد بنا کر اُٹھانا چاہا تھا۔

اس مقصد کے حصول کے لئے مامون نے ۲۰۴ھ یعنی امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے ایک سال بعد امام جواد علیہ السلام کو بغداد بلایا اور اپنی لاڈلی بیٹی "ام الفضل" کی شادی آپ کے ساتھ کر دی۔

"ایان بن شبیب" کا بیان ہے کہ جب عباسیوں کو مامون کے اس ارادے کی

خبر ملی کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی امام جواد علیہ السلام سے کرنا چاہتا ہے۔ یہ سُن کر ان کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ حکومت بنی عباس کے خاندان سے منتقل ہونا چاہتی ہے۔ اسلئے وہ سب مامون کے پاس گئے۔ اس کی ملامت کی اور یہ قسم دلائی کہ وہ اپنا ارادہ بدل دے اور کہنے لگے:۔ "اس عرصہ میں جو واقعات بنی عباس اور علویوں کے درمیان رونما ہوئے ہیں اس سے تم واقف ہو، تم سے پہلے خلفاء علویوں کو شہر بدر کیا کرتے تھے، انھیں ذلیل کرتے تھے۔ جس وقت تم نے ولی عہدی کا عہدہ "رضا" کے سپرد کیا ہمیں اس وقت بھی تشویش تھی، لیکن خدا نے وہ مشکل حل کر دی۔ ہم تمھیں قسم دیتے ہیں اب دوبارہ ہمیں رنجیدہ نہ کرو اور یہ رشتہ نہ کرو، اپنی بیٹی کی شادی بنی عباس کے کسی نمایاں فرد سے کر دو۔"

مامون نے جواب دیا:۔ "تمھارے اور علویوں کے درمیان جو حادثات پیش آئے تم ہی اس کا سبب تھے، اگر انصاف سے دیکھو وہ تم سے زیادہ حق دار ہیں میرے پہلے کے خلفاء نے جو روش اختیار کی تھی وہ قطع رحم کی تھی میں اس طرز سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ "رضا" کی ولی عہدی کے بارے میں بھی شرمندہ نہیں ہوں، میں نے تو خلافت قبول کرنے کی پیش کش کی تھی، لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ انھوں نے قبول نہیں فرمایا۔ ابو جعفر محمد بن علی (امام جواد علیہ السلام) کے بارے میں اتنا کہوں گا، میں نے ان کو شادی کے لئے اس لئے منتخب کیا ہے کہ اس کم سنی میں بھی انھیں تمام علماء اور دانش مندوں پر فوقیت حاصل ہے۔ یہ چیز اگرچہ تعجب کا سبب ہے مگر یہ حقیقت جس طرح میرے لئے واضح ہو گئی امید کرتا ہوں کہ دوسروں کے لئے بھی روشن ہو جائے گی تاکہ انھیں معلوم ہو جائے کہ میرا انتخاب کتنا صحیح ہے۔"

خاندان والوں نے کہا: "یہ نوجوان اگرچہ تمھارے لئے بہت زیادہ تعجب خیز

ہے لیکن ابھی کم سن ہے، اس نے ابھی علم وفن ہی کیا حاصل کیا ہے۔؟ صبر کرو تاکہ یہ کچھ سیکھ لے، علم و ادب سے واقف ہو جائے۔ اس وقت تم اپنے ارادے پر عمل کرنا۔"

مامون نے کہا: "وائے ہو تم پر! میں اس نوجوان کو تم سے بہتر جانتا ہوں وہ اس خاندان سے تعلق رکھتا ہے جہاں علم خداداد ہے۔ انھیں سیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ان کے آباواجداد علم وادب میں ہمیشہ تمام لوگوں سے مستغنی رہے ہیں۔ اگر چاہتے ہو تو امتحان کر لو جو کچھ میں نے کہا ہے وہ واضح ہو جائے۔"

کہنے لگے، یہ تو بڑی اچھی پیش کش ہے ہم اسے آزمائیں گے۔ ہم تمھارے سامنے اس سے ایک فقہی مسئلہ دریافت کریں گے، اگر صحیح جواب دے دیا تو ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا اور ہم سب پر تمھارے انتخاب کی حقیقت واضح ہو جائے گی، اور اگر جواب نہ دے سکا تب بھی ہماری مشکل آسان ہو جائے گی اور تمھیں اس رشتہ سے صرف نظر کرنا ہوگا۔"

مامون نے کہا۔ جب چاہو امتحان کر لو۔

عباسیوں نے اس وقت کے قاضی القضاۃ نامی گرامی مشہور زمانہ قاضی یحییٰ بن اکثم کی طرف رجوع کیا، اور اس سے بہت زیادہ انعام واکرام کا وعدہ کیا، تاکہ وہ امام جوادؑ سے ایک مسئلہ پوچھے جس کا وہ جواب نہ دے سکیں۔ یحییٰ نے یہ بات قبول کرلی۔ یہ سب لوگ مامون کے پاس آئے اور کہا، تم ہی کوئی دن معین کر دو، مامون نے دن معین کر دیا۔ اس روز ہر ایک وہاں پہونچ گیا۔ مامون نے حکم دیا کہ مجلس کے بالائی حصہ میں امام جواد کے لئے جگہ بنائی جائے۔ امامؑ تشریف لائے اور معین جگہ بیٹھ گئے۔ آپ کے سامنے یحییٰ بن اکثم نے جگہ پائی۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ مامون امام کے پہلو میں بیٹھ گیا۔

یحییٰ بن اکثم نے مامون سے کہا۔ "مجھے اجازت ہے کہ میں ابوجعفر سے ایک سوال کروں"۔؟

مامون نے کہا۔ "خود ان سے اجازت طلب کرو"۔

یحییٰ نے امام کی طرف رُخ کر کے کہا۔ آپ پر فدا ہو جاؤں کیا مجھے ایک سوال کرنے کی اجازت ہے۔؟

امامؑ نے فرمایا۔ اگر چاہتے تو ضرور سوال کرو۔

یحییٰ نے کہا:۔ میں آپ پر فدا ہو جاؤں، جو شخص احرام کی حالت میں شکار کرے اس کا کیا حکم ہے؟

امامؑ نے فرمایا:۔ "اس مسئلہ کی متعدد صُورتیں ہیں۔ حرم میں شکار کیا تھا، یا حرم کے باہر، اس کو شکار کی حرمت کا علم تھا یا نہیں، جان بوجھ کر شکار کیا تھا یا بھولے سے، شکار کرنے والا غلام تھا، یا آزاد۔ کم سن تھا یا بالغ۔ پہلی مرتبہ شکار کیا تھا یا دوسری مرتبہ۔ شکار پرندہ تھا یا کوئی اور چیز، شکار چھوٹا تھا یا بڑا، شکار کرنے والا اپنے اس عمل پر نادم تھا یا دوبارہ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا شکار دن میں کیا تھا، یا رات میں۔ احرام عمرہ کا تھا یا حج کا"۔

امام کی یہ عالمانہ وضاحت دیکھ کر یحییٰ بالکل حیران رہ گیا۔ شکست اور عاجزی کے آثار اس کے چہرے پر نمایاں ہو گئے۔ زبان لکنت کرنے لگی۔ یہاں تک کہ ہر ایک پر یحییٰ کی یہ حالت واضح ہو گئی۔

مامون نے کہا: میں اس نعمت پر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میرا انتخاب صحیح نکلا۔ عباسیوں کی طرف رُخ کر کے کہنے لگا۔ تم لوگ جس چیز کا انکار کر رہے تھے وہ تمہیں معلوم ہو گئی۔؟!

اسی مجلس میں مامون نے امامؑ سے اپنی بیٹی کی شادی کی پیش کش

کی اور امامؑ سے خطبہ پڑھنے کی درخواست کی۔ امامؑ نے قبول فرماتے ہوئے یوں خطبہ کا آغاز کیا:۔۔۔۔۔۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اِقْرَارًا بِنِعْمَتِهٖ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِخْلَاصًا لِوَحْدَانِيَّتِهٖ، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ سَيِّدِ بَرِيَّتِهٖ وَالْاَصْفِيَاءِ مِنْ عِتْرَتِهٖ، اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ كَانَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَى الْاَنَامِ، اَنْ اَغْنٰهُمْ بِالْحَلَالِ عَنِ الْحَرَامِ، وَقَالَ سُبْحٰنَهٗ: وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَائِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

"خدا کی نعمتوں کا اقرار کرتے ہوئے اس کی حمد کرتا ہوں، خلوص وحدانیت کے لئے کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرتا ہوں، خدا کا دُرود ہو اشرفُ المخلوقات حضرت محمد مصطفیٰؐ پر اور ان کے منتخب روزگار اہلبیت پر۔

بے شک بندوں پر خدا کی ایک نعمت یہ ہے کہ اس نے حلال کے ذریعہ حرام سے بے نیاز کیا۔۔۔ اور شادی کا حکم دیا۔ ارشاد ہے :۔ کہ اپنے کنواروں کی شادی کرو، صالح غلاموں اور نیک کنیزوں کے رشتے کرو (فقر اور تنگ دستی تمھیں اس کام کی انجام دہی سے مت روکے) اگر وہ فقیر ہوں گے تو خدا اپنے فضل سے انھیں غنی کرے گا۔ خدا بندوں کی روزی میں برکت دینے والا اور ہر چیز کا جاننے والا ہے۔"

اس کے بعد امامؑ نے جناب فاطمہ زہراؑ کے مہر کے مطابق ۵۰۰ درہم مہر قرار دیتے ہوئے اپنی مرضی ظاہر کردی۔ لڑکی کی طرف سے خود مامون نے عقد پڑھا، اور امام نے خود قبول فرمایا۔ مامون کے حکم سے حاضرین کو بیش بہا تحفے پیش

کئے گئے، دسترخوان لگایا گیا اور لوگ کھانا کھا کر چلے گئے۔ صرف مامون کے قریبی اور درباری رہ گئے۔ اس وقت مامون نے امامؑ سے یہ درخواست کی کہ سوال کے سلسلے میں جو صورتیں آپ نے بیان فرمائی تھیں ان کا جواب مرحمت فرمائیں، امامؑ نے تفصیل سے ہر ایک کا جواب مرحمت فرمایا ——— (یہ جواب حدیث کی کتابوں میں موجود ہے)۔

جواب سُن کر مامون نے امام کی بہت تعریف کی اور یہ تقاضا کیا کہ آپ بھی یحییٰ بن اکثم سے کوئی سوال پوچھیں۔ امام نے یحییٰ کی طرف رُخ کر کے فرمایا۔ کیا میں سوال کر سکتا ہوں۔؟

یحییٰ جو شکست کھا چکا تھا اور امام کی علمیت سے مرعوب ہو گیا تھا، کہنے لگا: آپ پر قربان ہو جاؤں جیسے آپ کی مرضی ہو، اگر علم ہو گا تو جواب دوں گا ورنہ خود آپ سے استفادہ کروں گا۔

امامؑ نے فرمایا: ایک مرد نے صبح کو ایک عورت پر نگاہ کی جبکہ نگاہ کرنا حرام تھا اور جب سورج نکل آیا تو یہ عورت اس کے لئے حلال ہو گئی۔ ظہر کے وقت پھر حرام ہو گئی، جب عصر کا وقت آیا تو حلال ہو گئی غروب آفتاب کے وقت پھر حرام ہو گئی۔ جب عشاء کا وقت آیا تو حلال ہو گئی۔ نصف شب کو پھر حرام ہو گئی اور جب صبح ہوئی تو پھر حلال ہو گئی۔ بتاؤ اس کی وجہ کیا ہے یہ عورت بعض وقت کیوں حرام ہو جاتی تھی اور بعض وقت کیوں حلال ہو جاتی تھی۔؟

یحییٰ نے کہا۔ خدا کی قسم مجھے اس کا سبب نہیں معلوم۔ اگر آپ بیان فرمائیں تو میں استفادہ کروں گا۔

امام نے فرمایا: "وہ عورت ایک شخص کی کنیز تھی، ایک نامحرم مرد نے صبح اس پر نگاہ کی جبکہ یہ نگاہ حرام تھی ——— جب سورج نکل آیا تو اس نے یہ کنیز اس کے

مالک سے خرید لی، اس وقت اس کے لئے حلال ہوگئی، ظہر کے وقت اس نے کنیز کو آزاد کر دیا تو اس پر حرام ہوگئی۔ عصر کے وقت اس نے اس سے نکاح کر لیا اب پھر اس پر حلال ہوگئی۔ غروب آفتاب کے وقت اس نے "ظہار"[1] کیا تو اس پر حرام ہوگئی عشاء کے وقت اس نے ظہار کا کفارہ دے دیا تو پھر اس پر حلال ہوگئی، نصف شب کو اس کو طلاق دے دیا تو اس پر حرام ہوگئی۔ جب صبح ہوئی تو اس نے رجوع کر لیا تو پھر اس پر حلال ہوگئی۔"

مامون نے تعجب سے اپنے خاندان والوں کو دیکھا اور ان کو مخاطب کر کے کہا۔ "تم میں ایسا ہے کوئی جو اس طرح اس مسئلہ کا جواب دے یا پہلے سوال کا جواب جانتا ہو۔؟

سب نے کہا: بخدا کوئی نہیں ہے۔ (۳۱)

یہ بات قابل توجہ ہے کہ مامون کی تمام ظاہر داری، فریب کاری، عیاری اور مکاری اس رشتہ کے بارے میں صرف اس لیے تھی کہ اس شادی سے اس کا مقصد

---

[1] دین اسلام سے پہلے جاہلیت کے دور میں "ظہار" کو طلاق سمجھا جاتا تھا۔ ظہار کے بعد عورت ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مرد پر حرام ہوجاتی تھی لیکن دین اسلام نے اس مسئلہ کو بدل دیا، کہ ظہار حرمت اور کفارہ کا سبب تو ہے مگر ابدی حرمت کا باعث نہیں ہے، ظہار عبارت ہے اس جملے سے کہ شوہر اپنی زوجہ سے کہے کہ تمھاری پیٹھ میرے لئے میری ماں یا بہن یا بیٹی کی طرح ہے۔ اگر کوئی شخص ظہار کے بعد کفارہ دے دے تو زوجہ اس کے لئے پھر سے حلال ہوجائے گی ـــــ اس مسئلہ کے لئے تفصیل رسالہ عملیہ اور دوسری فقہی کتابوں میں ملاحظہ ہو۔

سیاست کے علاوہ کچھ اور نہ تھا، اور وہ اس شادی سے کئی ایک مقاصد حاصل کرنا چاہتا تھا۔

(۱) امام کے گھر میں اپنی بیٹی بھیج کر امام کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھنا چاہتا تھا (اس سلسلے میں مامون کی بیٹی نے اپنی ذمہ داری کو خوب نبھایا، وہ برابر جاسوسی کیا کرتی تھی، تاریخ اس حقیقت پر مکمل گواہ ہے)۔

(۲) اس رشتہ سے مامون کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اس طرح امامؑ کو اپنے عیش و نوش میں شامل کرے اور انھیں اپنے کھیل کود اور اپنے گناہوں میں شریک کرے اور اس طرح امام کی عظمت و بزرگی کو داغدار کرے، اور امامت کی بلند و بالا منزلت کو لوگوں کی نگاہوں سے گرا دے۔

"محمد بن ریان" کا کہنا ہے، کہ مامون امام جواد علیہ السلام کو جتنا لہو و لعب کی طرف کھینچنے کی کوشش کرتا تھا اتنی ہی اسے ناکامی ہوتی تھی۔ امام کی شادی کے موقع پر مامون نے ایک سو خوبصورت کنیزوں (جن میں ہر ایک بہترین لباس میں ملبوس تھی اور ہر ایک کے ہاتھ میں جواہرات سے لدا ہوا طشت تھا) کو اس بات پر آمادہ کیا کہ جب امام تشریف لائیں تو یہ کنیزیں ان کا استقبال کریں۔ کنیزوں نے مامون کی ہدایت پر عمل کیا۔ لیکن امامؑ نے ان کی طرف رُخ ہی نہیں کیا اور عمل سے بتا دیا کہ ہم ان چیزوں سے بہت دُور ہیں۔

اسی جشن میں ایک مغنّی کو گانے بجانے کیلئے مدعو کیا گیا تھا۔ جیسے ہی اُس نے گانا بجانا شروع کیا، امامؑ نے بلند آواز میں فرمایا: "خدا سے ڈرو"۔ امام کے اس جملے سے وہ اتنا زیادہ مرعوب ہوا کہ موسیقی کا آلہ اس کے ہاتھ سے گر گیا اور جب تک زندہ رہا پھر کبھی گا بجا نہ سکا۔" (۳۲)

(۳) جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ اس رشتہ سے مامون کا ایک مقصد یہ بھی

تھا کہ وہ علویوں کو ان کے قیام و انقلاب سے روک سکے اور اپنے کو خاندان اہلبیت کا دوست اور چاہنے والا ظاہر کر سکے۔

④ عوام فریبی

مامون بسا اوقات کہا کرتا تھا کہ، میں نے یہ رشتہ اس لئے کیا ہے تاکہ امام کی نسل سے میرا ایک نواسہ ہو اور میں پیغمبرؐ اور علیؑ کے خاندان کی ایک فرد کا نانا کہلاؤں۔ (۴۳) لیکن خوش قسمتی سے مامون کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی کیونکہ مامون کی بیٹی کے کوئی اولاد ہی نہیں ہوئی۔ امام جواد علیہ السّلام کی تمام اولاد، جناب امام علی نقی علیہ السلام، موسیٰ برقع، حسین عمران، فاطمہ، خدیجہ، ام کلثوم، حکیمہ۔ یہ سب اولادیں امام جواد علیہ السّلام کی دوسری زوجہ سے ہیں، جن کا نام "سمانہ مغربیہ" تھا۔ (۴۴)

ان تمام باتوں کے علاوہ مامون نے صرف سیاسی مقاصد کے لئے اس رشتہ پر اتنا زور دیا تھا یہ رشتہ گرچہ دنیاوی آسائشوں سے بھرپور تھا، لیکن امامؑ اپنے آباد اجداد کی طرح دنیا کی رنگینیوں سے بالکل بیزار تھے بلکہ مامون کے ساتھ زندگی بسر کرنا امام کے لئے سخت ناگوار تھا۔

"حسین مکاری" کا بیان ہے کہ بغداد میں امام جواد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں نے امام کا رہن سہن دیکھا تو میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ "اتنی آسائشوں کے ہوتے ہوئے امام مدینہ واپس نہیں جائیں گے"۔ امامؑ نے تھوڑی دیر کے لئے سر جھکایا اور جب سر اٹھایا تو آپ کا چہرہ رنج و غم سے زرد ہو رہا تھا، آپ نے فرمایا:۔

"اے حسین! رسول خداؐ کے حرم میں جَو کی روٹی اور نمک مجھے اس زندگی سے کہیں زیادہ پسند ہے"۔ (۴۵)

اسی لئے امامؑ زیادہ دن بغداد میں نہ رہے اور اپنی زوجہ "ام الفضل" کو لے کر مدینہ واپس آ گئے، اور ۲۲۰ھ تک مدینہ میں رہے۔

۲۱۸ھ میں مامون کو موت اپنے ساتھ لے گئی، اس کے بعد مامون کا بھائی معتصم اس کا جانشین ہوا، ۲۲۰ھ میں معتصم نے امام کو بغداد بلایا تاکہ نزدیک سے آپ پر نظر رکھ سکے۔ ہم گذشتہ صفحات میں چور کا ہاتھ کاٹے جانے کا واقعہ نقل کر چکے ہیں کہ اس موقع پر امام کو بھی شریک کیا گیا تھا، اور اس وقت قاضی بغداد "ابن ابی داؤد" اور دوسروں کو کیا شرمندگی برداشت کرنا پڑی تھی، اس واقعہ کے چند روز بعد ابن ابی داؤد کینہ و حسد سے بھرا ہوا معتصم کے پاس پہونچا اور کہا۔

تمھاری بھلائی کے لئے ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ چند روز پہلے جو واقعہ پیش آیا ہے وہ تمھاری حکومت کے حق میں نہیں ہے کیونکہ تم نے بھری بزم میں جس میں بڑے بڑے علما اور ملک کی اعلیٰ شخصیتیں موجود تھیں، ابوجعفر (امام جواد علیہ السلام) کے فتوے کو ہر ایک کے فتوے پر فوقیت دی تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ملک کے آدھے عوام انھیں خلافت کا صحیح حقدار اور تمھیں غاصب سمجھتے ہیں۔ یہ خبر عوام میں پھیل گئی ہے اور شیعوں کو ایک مضبوط دلیل مل گئی ہے۔

معتصم، جس میں دشمنی امام کے تمام جراثیم موجود تھے، یہ سن کر بھڑک اٹھا اور امامؑ کے قتل کے درپے ہو گیا، آخر کار اس نے اپنے ارادے کو مکمل کر دکھایا، ذیقعدہ کی آخری تاریخ تھی کہ اس نے امام علیہ السلام کو زہر دیکر شہید کر دیا۔

آپ کا جسد اطہر آپ کے جد بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے

کے پہلو میں بغداد میں دفن کیا گیا۔ (۳۶)

درود ہو اُن پر اور ان کے طیب و طاہر آباد اجداد پر۔ ان دونوں اماموں کا روضہ آج بھی "کاظمین" میں موجود ہے اور مدتوں سے چاہنے والوں کی زیارت گاہ ہے۔

امامؑ کے شاگرد

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح ہمارے ائمہ علیہم السّلام بھی لوگوں کی تعلیم و تربیت میں ہمیشہ کوشاں رہتے تھے۔ ائمہ علیہم السّلام کے طریقہ تعلیم و تربیت کو تعلیمی و تربیتی اداروں کی سرگرمیوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔ تعلیمی ادارے خاص اوقات میں تعلیم دیتے ہیں اور بقیہ اوقات معطل رہتے ہیں۔ لیکن ائمہ علیہم السّلام کی تعلیم و تربیت کے لئے کوئی خاص وقت معین نہیں تھا۔ ائمہ علیہم السلام مسلسل لوگوں کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہتے تھے۔ ائمہ علیہم السّلام کی زندگی کا ہر گوشہ، ان کی رفتار و گفتار عوام کی تربیت کا بہترین ذریعہ تھی۔ جب بھی کوئی ملاقات کا شرف حاصل کرتا تھا وہ ائمہ کے کردار سے استفادہ کرتا تھا اور مجلس سے کچھ نہ کچھ لے کر اُٹھتا تھا، اگر کوئی سوال کرنا چاہتا تھا تو اس کو اس کا جواب دیا جاتا تھا۔

واضح رہے کہ اس طرح کا کوئی مدرسہ دُنیا میں کہیں موجود نہیں ہے۔ اس طرح کا مدرسہ تو صرف انبیاء اور ائمہ علیہم السّلام کی زندگیوں میں ملتا ہے ظاہر سی بات ہے کہ اس طرح کے مدرسہ کے اثرات، فائدے اور نتائج

بہت زیادہ تعجب آمیز ہیں۔ بنی عباس کے خلفا یہ جانتے تھے کہ اگر عوام کو اس مدرسہ کی خصوصیات کا علم ہوگیا اور وہ اس طرف متوجہ ہو گئے تو وہ خود بخود ائمہ علیہم السلام کی طرف کھنچتے چلے جائیں گے اور اس صورت میں غاصبوں کی حکومت خطرات سے دوچار ہو جائے گی ـــــــ اس لئے خلفا ہمیشہ یہ کوشش کرتے رہے کہ عوام کو ائمہ علیہم السلام سے دور رکھا جائے اور انھیں نزدیک نہ ہونے دیا جائے۔ صرف امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانے میں جب "عمر بن عبدالعزیز" کی حکومت تھی اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے ابتدائی دور میں جب بنی امیہ اور بنی عباس آپس میں لڑ رہے تھے، ادھر بنی عباس نے تازہ تازہ حکومت حاصل کی تھی اور حکومت مستحکم نہیں ہوئی تھی اس وقت عوام کو اتنا موقع مل گیا کہ وہ آزادی سے استفادہ کر سکیں۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ اس مختصر سی مدت میں شاگردوں اور راویوں کی تعداد چار ہزار تک پہونچ گئی (۳۷)۔ لیکن اس کے علاوہ بقیہ ائمہ کے زمانوں میں شاگردوں کی تعداد بہت کم نظر آتی ہے۔ مثلاً امام جواد علیہ السلام کے شاگردوں اور راویوں کی تعداد ۱۱۰ ہے (۳۸)۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں عوام کو امامؑ سے کتنا دور رکھا جاتا تھا، لیکن اس مختصر سی تعداد میں بھی نمایاں افراد نظر آتے ہیں، یہاں نمونے کے طور پر چند کا تذکرہ کرتے ہیں:۔

(۱) علی بن مہزیار

امام جواد علیہ السلام کے اصحاب خاص اور امام کے وکیل تھے آپ کا شمار امام رضا علیہ السلام اور امام علی نقی علیہ السلام کے اصحاب میں

بھی ہوتا ہے۔ بہت زیادہ عبادت کرتے تھے، سجدے کی بنا پر پوری پیشانی پر گھٹے پڑ گئے تھے۔ طلوع آفتاب کے وقت سر سجدے میں رکھتے اور جب تک ایک ہزار مومنوں کے لئے دُعا نہ کر لیتے تھے اس وقت تک سر نہ اٹھاتے تھے۔ اور جو دعا اپنے لئے کرتے تھے وہی ان کے لئے بھی۔

علی بن مہزیار اہواز میں رہتے تھے، آپ نے ۳۰ سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں (۳۹)۔ ایمان و عمل کے اس بلند مرتبہ پر فائز تھے کہ ایک مرتبہ امام جواد علیہ السلام نے آپ کی قدردانی کرتے ہوئے آپ کو ایک خط لکھا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"اے علی! خدا تمھیں بہترین اجر عطا فرمائے، بہشت میں تمھیں جگہ دے، دُنیا و آخرت کی رُسوائی سے محفوظ رکھے اور آخرت میں ہمارے ساتھ تمھیں محشور کرے۔ اے علی میں نے تمھیں امور خیر، اطاعت، احترام اور واجبات کی ادائیگی کے سلسلہ میں آزمایا ہے، میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ تمھارا جیسا کسی کو نہیں پایا۔ خداوند عالم بہشت و فردوس میں تمھارا اجر قرار دے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم گرمیوں، سردیوں اور دن رات کیا کیا خدمات انجام دیتے ہو۔ خدا سے دُعا کرتا ہوں کہ جب روز قیامت سب لوگ جمع ہوں گے اس وقت رحمت خاص تمھارے شامل حال کرے اس طرح کہ دوسرے تمھیں دیکھ کر رشک کریں۔ اِنَّہٗ سَمِیۡعُ الدُّعَاءِ بیشک وہ دُعاؤں کا سننے والا ہے۔" (۴۰)

② احمد بن محمدؒ ابی نصر بزنطی

کوفے کے رہنے والے، امام رضا علیہ السلام اور امام جواد علیہ السّلام کے اصحاب خاص، اور ان دونوں اماموں کے نزدیک عظیم منزلت رکھتے تھے، متعدد کتابیں تحریر کیں جن میں ایک کتاب "الجامع" ہے۔ علماء کے نزدیک آپ کی فقہی بصیرت مشہور ہے۔ فقہا آپ کے نظریات کو احترام و عزّت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ (۴۱)

آپ ان تین آدمیوں میں ہیں جو امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوئے اور امام نے ان لوگوں کو خاص عزت و احترام سے نوازا۔[1]

③ زکریا ابن آدم

قم کے رہنے والے۔ قم میں آج بھی ان کا مزار موجود ہے۔ امام رضا علیہ السّلام اور امام جواد علیہ السلام کے خاص اصحاب۔ امام جوادؑ نے آپ کے لئے دُعا فرمائی، آپ امام کے باوفا اصحاب میں شمار ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، صبح تک امام نے باتیں کیں ــــــ ایک شخص نے امام رضا علیہ السّلام سے دریافت کیا:۔

"میں دُور رہتا ہوں اور ہر وقت آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا ہوں۔

---

[1] اس کی تفصیل ادارہ نور اسلام سے شائع شدہ کتاب "امام علی رضاؑ" میں ملاحظہ ہو۔

میں اپنے دینی احکام کس سے دریافت کروں"۔
فرمایا: "زکریا بن آدم سے اپنے دینی احکام حاصل کرو۔ وہ دین و دُنیا کے معاملے میں امین ہے"۔ (۴۴)

۴ محمدّ بن اسماعیل بن بزیع

امام موسیٰ کاظمؑ، امام رضا اور امام جواد علیہم السلام کے اصحاب میں علمارشیعہ کے نزدیک مورد اعتماد، بلندکردار اور عبادت گذار تھے۔ متعدد کتابیں تحریر کی ہیں۔ بنی عباس کے دربار میں کام کرتے تھے۔ اس سلسلے میں امام رضا علیہ السلام نے آپ سے فرمایا:۔

"ستم گاروں کے دربار میں خدا نے ایسے بندے معین کئے ہیں جن کے ذریعہ وہ اپنی دلیل و حجّت کو ظاہر کرتا ہے۔ انھیں شہروں میں طاقت عطا کرتا ہے تاکہ ان کے ذریعہ اپنے دوستوں کو ستم گاروں کے ظلم و جور سے محفوظ رکھے ۔ مسلمانوں کے معاملات کی اصلاح ہو۔ ایسے لوگ حوادث اور خطرات میں صاحبان ایمان کی پناہ گاہ ہیں، ہمارے پریشان حال شیعہ ان کی طرف رُخ کرتے ہیں اور اپنی مشکلات کا حل ان سے طلب کرتے ہیں۔ ایسے افراد کے ذریعہ خدا مومنوں کو ترس و خوف سے محفوظ رکھتا ہے۔ یہ لوگ حقیقی مومن ہیں، زمین پر خدا کے امین ہیں۔ ان کے نور سے قیامت نورانی ہوگی۔ خدا کی قسم یہ بہشت کے لئے اور بہشت ان کے لئے ہے۔ نعمتیں انھیں مُبارک ہوں"۔

اس وقت امامؑ نے فرمایا:۔ "تم میں سے جو چاہے وہ ان مقامات کو حاصل کرسکتا ہے"۔

محمد بن اسماعیل نے عرض کیا "آپ پر قربان ہو جاؤں، کس طرح حاصل کر سکتا ہوں"؟

فرمایا: "ستم گاروں کے ساتھ رہئے، ہمیں خوش کرنے کے لئے ہمارے شیعوں کو خوش کرے (یعنی جس عہدہ اور منصب پر ہو، اس کا مقصد مومنوں سے ظلم و ستم دُور کرنا ہو)۔

محمد بن اسماعیل، جو بنی عباس کے دربار میں وزارت کے عہدے پر فائز تھے، امام نے آخر میں ان سے فرمایا۔ "اے محمّد تم بھی ان میں شامل ہو جاؤ"۔(۴۶)

"حسین بن خالد" کا بیان ہے کہ ایک گروہ کے ہمراہ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دوران گفتگو "محمّد بن اسماعیل بزیع" کا ذکر آیا۔ امامؑ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ تم میں ایسے افراد ہوں"۔ (۴۷)

"محمد بن احمد بن یحییٰ" کا بیان ہے کہ میں "محمد بن علی بن بلال" کے ہمراہ محمد بن اسماعیل بزیع کی قبر کی زیارت کو گیا۔ محمد بن علی قبر کے کنارے قبلہ رُخ بیٹھے اور فرمایا کہ صاحب قبر نے مجھ سے بیان کیا کہ امام جواد علیہ السلام نے فرمایا۔ "جو شخص اپنے برادر مومن کی قبر کی زیارت کو جائے، قبلہ رُخ بیٹھے اور قبر پر ہاتھ رکھ کر ، مرتبہ "سورہ انزلناہ" کی تلاوت کرے، خداوند عالم اسے قیامت کی پریشانیوں اور مشکلات سے نجات دے گا"۔ (۴۸)

محمد بن اسماعیل کی روایت ہے کہ میں نے امام جواد علیہ السّلام سے ایک لباس کی درخواست کی کہ اپنا ایک لباس مجھے عنایت فرمائیں تاکہ اسے اپنا کفن قرار دوں۔ امام نے ایک لباس مجھے عطا فرمایا، اور فرمایا "اس کے بٹن نکال لو"۔ (۴۹)

اقوالِ امامؑ

ائمہ معصومین علیہم السلام کے اقوال آفتاب علم کی شعاعیں ہیں جو بندگان خدا کے لئے ہدایت اور مشعلِ راہ ہیں کیونکہ یہ افراد ہر طرح کی خطا و لغزش سے پاک و پاکیزہ ہیں، ان کی ہدایتیں صرف ایک پہلو کو لیے ہوئے نہیں ہیں بلکہ زندگی کے تمام پہلوؤں کو لیے ہوئے ہیں۔ ان کا تعلق کسی خاص فرقے سے بھی نہیں ہے، بلکہ ہر فرقے و طبقے کے لئے ہیں۔ تمام انسانوں کو کمال مطلق کی طرف ہدایت کرتے ہیں، خطرات اور ضمیر کے ہر مرحلے میں انسان کو بیداری عطا کرتے ہیں۔

ہم یہاں نویں امام حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام کے چند اقوال برادرانِ اہل سنت کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں، اس امید کے ساتھ کہ ہم اس سے استفادہ کر سکیں، اور ان اقوال کو اپنی زندگی کے لئے راہ نما قرار دے سکیں۔

۱۔ مَنِ اسْتَغْنیٰ بِاللهِ افْتَقَرَ النَّاسُ اِلَیْهِ، وَمَنِ اتَّقَی اللهَ اَحَبَّهُ النَّاسُ۔ (۵۰)

جو شخص خدا پر بھروسہ رکھتا ہے لوگ اپنی حاجتیں اس سے طلب کرتے ہیں اور جو خدا سے ڈرتا ہے لوگ اسے دوست رکھتے ہیں۔

۲۔ اَلْکَمَالُ فِی الْعَقْلِ۔ (۵۱)

انسان کا کمال عقل میں ہے۔

۳۔ حَسْبُ الْمَرْءِ مِنْ کَمَالِ الْمُرُوَّةِ اَنْ لَا یَلْقیٰ اَحَدًا بِمَا یَکْرَهُ۔ (۵۲)

"کمالِ مروّت یہ ہے کہ انسان لوگوں سے اس طرح پیش نہ آئے جسے وہ اپنے بارے میں ناپسند کرتا ہے"۔

۴۔ لَا تُعَاجِلُوا الْاَمْرَ قَبْلَ بُلُوْغِهٖ فَتَنْدَمُوْا وَلَا يَطُوْلَنَّ عَلَيْكُمُ الْاَمَلُ فَتَقْسُوْا قُلُوْبُكُمْ وَارْحَمُوْا ضُعَفَائَكُمْ وَاطْلُبُوْا مِنَ اللهِ الرَّحْمَةَ بِالرَّحْمَةِ فِيْهِمْ۔ (۵۳)

"جس کام کا وقت نہ آیا ہو اس کو انجام نہ دو، ورنہ شرمندہ ہوگے، لمبی چوڑی آرزوئیں نہ کرو کہ یہ قساوتِ قلب کا سبب ہے، کمزوروں پر رحم کرو، ان پر رحم کرکے رحمتِ خدا کے طلب گار رہو"۔

۵۔ مَنِ اسْتَحْسَنَ قَبِيْحًا كَانَ شَرِيْكًا فِيْهِ۔ (۵۴)

"جو برے فعل کو اچھا سمجھتا ہے وہ اس فعل میں شریک ہے"۔

۶۔ اَلْعَامِلُ بِالظُّلْمِ وَالْمُعِيْنُ عَلَيْهِ وَالرَّاضِيْ شُرَكَاءُ۔ (۵۵)

"ظلم کرنے والا، اس کی مدد کرنے والا، اور ظلم پر راضی رہنے والا سب ظلم میں برابر کے شریک ہیں"۔

۷۔ مَنْ وَعَظَ اَخَاهُ سِرًّا فَقَدْ زَانَهٗ وَمَنْ وَعَظَهٗ عَلَانِيَةً فَقَدْ شَانَهٗ۔ (۵۶)

جو شخص اپنے برادر مومن کو مخفی طور پر نصیحت کرے اس نے اس کو زینت دی اور جو برادر مومن کو بھری بزم میں نصیحت کرے

اس نے اس کی سماجی حیثیت کو داغدار کیا۔"

۸۔ اَلْقَصْدُ اِلَى اللّٰهِ بِالْقُلُوْبِ اَبْلَغُ مِنْ اِتْعَابِ الْجَوَارِحِ بِالْاَعْمَالِ۔ (۵۷)

" دل سے خدا کی طرف متوجہ ہونا اعضاء وجوارح کو اعمال پر آمادہ کرنے سے زیادہ موثر ہے۔"

۹۔ یَوْمُ الْعَدْلِ عَلَى الظَّالِمِ اَشَدُّ مِنْ یَوْمِ الْجَوْرِ عَلَى الْمَظْلُوْمِ۔ (۵۸)

" عدل وانصاف کا دن ظالم کے لئے اس دن سے زیادہ سخت ہوگا جس دن مظلوم پر ظلم ہوا تھا۔"

۱۰۔ عُنْوَانُ صَحِیْفَةِ الْمُسْلِمِ حُسْنُ خُلْقِهٖ (۵۹)

" قیامت کے دن مسلم کے نامہ اعمال کا عنوان "حسنِ خلق" ہوگا۔"

۱۱۔ ثَلَاثٌ یُبَلِّغْنَ بِالْعَبْدِ رِضْوَانَ اللّٰهِ تَعَالٰى: كَثْرَةُ الْاِسْتِغْفَارِ وَلِیْنُ الْجَانِبِ وَكَثْرَةُ الصَّدَقَةِ وَثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِیْهِ لَمْ یَنْدَمْ: تَرْكُ الْعَجَلَةِ وَالْمَشْوَرَةُ وَالتَّوَكُّلُ عَلَى اللّٰهِ عِنْدَ الْعَزْمِ (۶۰)

" تین چیزیں انسان کو خوشنودیٔ خدا سے نزدیک کر دیتی ہیں: ۱۔ کثرت سے استغفار کرنا، ۲۔ لوگوں سے نرمی سے پیش آنا۔ ۳۔ زیادہ صدقہ دینا۔ تین صفتیں جس شخص میں ہوں وہ کبھی شرمندہ نہ ہوگا۔ ۱۔ جلد باز نہ ہونا ۲۔ امور میں مشورہ کرتا ہو، ۳۔ (مشورہ کرنے کے بعد) جب کسی کام کا ارادہ کرلے تو خدا پر بھروسہ کرے۔"

۱۲۔ مَنْ اَمَّلَ فَاجِرًا کَانَ اَدْنٰی عُقُوْبَتِهٖ الْحِرْمَانُ (۶۱)

"جو کسی گناہگار کو امید دلائے اس کی کمترین سزا محرومیت ہے۔"

۱۳۔ مَنِ انْقَطَعَ اِلٰی غَیْرِ اللّٰهِ وَکَّلَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ وَمَنْ عَمِلَ عَلٰی غَیْرِ عِلْمٍ اَفْسَدَ اَکْثَرَ مِمَّا یُصْلِحُ (۶۲)

"جو خدا کے علاوہ کسی اور سے امید لگائے خدا اس کو اسی پر چھوڑ دیتا ہے اور جو بغیر علم کے عمل کرے وہ صلاح سے زیادہ فساد پھیلاتا ہے۔"

۱۴۔ اَهْلُ الْمَعْرُوْفِ اِلٰی اصْطِنَاعِهٖ اَحْوَجُ مِنْ اَهْلِ الْحَاجَةِ اِلَیْهِ لِاَنَّ لَهُمْ اَجْرَهُمْ وَفَخْرَهُ وَذِکْرَهُ فَمَهْمَا اصْطَنَعَ الرَّجُلُ مِنْ مَعْرُوْفٍ فَاِنَّمَا یَبْتَدِءُ فِیْهِ بِنَفْسِهٖ۔ (۶۳)

"نیکو کاروں کو نیکی کی ضرورت، ضرورت مندوں سے زیادہ ہے کیونکہ نیکی کرنے سے انھیں اجر و ثواب اور عزت و شہرت حاصل ہوتی ہے۔ لہذا جب کوئی نیکی کرتا ہے تو سب سے پہلے خود اپنے حق میں نیکی کرتا ہے۔"

۱۵۔ اَلْعِفَافُ زِیْنَةُ الْفَقْرِ، وَالشُّکْرُ زِیْنَةُ الْغِنٰی، وَالصَّبْرُ زِیْنَةُ الْبَلَاءِ، وَالتَّوَاضُعُ زِیْنَةُ الْحَسَبِ وَالْفَصَاحَةُ زِیْنَةُ الْکَلَامِ وَالْحِفْظُ زِیْنَةُ الرِّوَایَةِ وَخَفْضُ الْجَنَاحِ زِیْنَةُ الْعِلْمِ، وَحُسْنُ الْاَدَبِ زِیْنَةُ الْعَقْلِ، وَبَسْطُ الْوَجْهِ زِیْنَةُ الْکَرَمِ، وَتَرْکُ الْمَنِّ زِیْنَةُ

الْمَعْرُوْفُ، وَالْخُشُوْعُ زِيْنَةُ الصَّلٰوةِ، وَتَرْكُ مَا لَا يَعْنِيْ زِيْنَةُ الْوَرَعِ۔ (۶۴)

"عفت فقر کی زینت ہے، شکر استغنا کی زینت ہے، صبر بلا کی زینت ہے، انکساری بزرگی کی زینت ہے۔ فصاحت کلام کی زینت ہے، حافظہ روایت کی زینت ہے، تواضع علم کی زینت ہے، ادب عقل کی زینت ہے، خندہ پیشانی سخاوت کی زینت ہے احسان نہ جتانا نیکی کی زینت ہے، حضورِ قلب نماز کی زینت ہے بے فائدہ باتوں سے کنارہ کشی تقویٰ کی زینت ہے۔"

۱۶۔ مَنْ وَثِقَ بِاللّٰهِ وَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ نَجَّاهُ اللّٰهُ مِنْ كُلِّ سُوْءٍ وَحَرَزَهُ مِنْ كُلِّ عَدُوٍّ۔ (۶۵)

"جو شخص خدا پر اعتماد کرے اور خدا پر بھروسہ کرے خدا اسے ہر بدی سے نجات دے گا، اور ہر دشمن سے اس کی حفاظت کرے گا۔"

۱۷۔ اَلدِّيْنُ عِزٌّ وَالْعِلْمُ كَنْزٌ، وَالصَّمْتُ نُوْرٌ، وَلَا هَدْمَ لِلدِّيْنِ مِثْلُ الْبِدَعِ، وَلَا اَفْسَدَ لِلرِّجَالِ مِنَ الطَّمَعِ وَبِالرَّاعِيْ تَصْلَحُ الرَّعِيَّةُ وَبِالدُّعَاءِ تُصْرَفُ الْبَلِيَّةُ۔ (۶۶)

"دین عزت کا سبب ہے، علم خزانہ ہے، خاموشی نور ہے بدعت سے زیادہ کسی چیز نے دین کو برباد نہیں کیا، لالچ سے زیادہ کسی چیز نے انسان کو برباد نہیں کیا، صالح رہنما سے قوم کی اصلاح ہوتی ہے۔ دعائیں بلا کو رد کرتی ہیں۔

۱۸۔ اَلصَّبْرُ عَلَى الْمُصِيبَةِ مُصِيبَةٌ لِلشَّامِتِ. (٦٧)

"مصیبت پر صبر کرنا دشمن کے لئے خود ایک مصیبت ہے"۔

۱۹۔ كَيْفَ يَضِيعُ مَنِ اللّٰهُ كَافِلُهُ، وَكَيْفَ يَنْجُوْا مَنِ اللّٰهُ طَالِبُهُ. (٦٨)

"جس کا خدا سرپرست ہو وہ کیونکر تباہ ہو سکتا ہے، جس کا خدا طلبگار ہو وہ کیونکر فرار کر سکتا ہے"۔

۲۰۔ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي جَوَابِ رَجُلٍ قَالَ لَهُ اَوْصِنِيْ بِوَصِيَّةٍ جَامِعَةٍ مُخْتَصَرَةٍ: صُنْ نَفْسَكَ عَنْ عَارِ الْعَاجِلَةِ وَنَارِ الْاٰجِلَةِ (٦٩)

"ایک شخص نے حضرت سے درخواست کی کہ ایک مختصر مگر جامع نصیحت فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا: ایسے کاموں سے دُور رہو جو دُنیا میں ذلّت اور آخرت میں آتشِ جہنم کا سبب ہوں"۔

خدایا ہمیں توفیق دے کہ ہم ائمہ معصومین علیہم السلام کے بتائے ہوئے راستے پر چل سکیں اور ان کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔ آمین!

خدایا! تو ہی بہترین توفیق دینے والا، اور بہترین نصرت کرنے والا ہے۔ ہم تجھ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں، اور تجھ ہی سے نیکیوں کے طلب گار ہیں۔

عابدی

مشہد مقدس۔ ایران

۲۴ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

بسمہ تعالیٰ

مآخذ

۱۔ بحار ج ۵ ص ۱۵۔ عیون المعجزات، ص ۱۰۷
۲۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کی ولادت ماہِ مُبارک میں ہوئی ہے۔
۳۔ ماریہ قبطیہ وہ کنیز ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجہ قرار پائیں اور آپ رسُول خدا کے فرزند جناب ابراہیم کی والدہ تھیں۔
۴۔ کافی ج ۱ ص ۳۲۳
۵۔ کافی ج ۱ ص ۳۱۵
۶۔ مناقب ج ۴ ص ۳۹۴
۷۔ انوار البہیہ ص ۱۲۵۔ کافی ج ۱ ص ۳۲۱۔ ارشاد مفید ص ۲۹۹
۸۔ عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۲۱۶
۹۔ 〃 〃 〃 ج ۲ ص ۲۴۰
۱۰۔ کافی ج ۱ ص ۳۲۱۔ ارشاد مفید ص ۲۹۸
۱۱۔ 〃 〃 ص ۳۲۲۔ 〃 〃 ص ۲۹۹
۱۲۔ کفایۃ الاثر ص ۳۲۴۔ بحار ج ۵ ص ۳۵
۱۳۔ ارشاد مفید ص ۳۰۶
۱۴۔ کافی جلد ۱ ص ۳۲۲

۱۵۔ بحار جلد ۵۰ ص ۱۰۰، عیون المعجزات ص ۱۱۳
۱۶۔ دلائل الامامہ ص ۲۱۲، بحار ج ۵۰ ص ۵۹
۱۷۔ عیون المعجزات ص ۱۰۹، اختصار کے ساتھ
۱۸۔ بحار ج ۵۰ ص ۴۳، خرائج راوندی ص ۲۳۷
۱۹۔ بحار ج ۵۰ ص ۴۴۔ مطابق روایت خرائج راوندی
۲۰۔ خرائج راوندی ص ۲۳۷۔ بحار ج ۵۰ ص ۴۴
۲۱۔ نورالابصار شبلنجی، ص ۱۷۹۔ احقاق الحق ج ۱۲ ص ۴۲۴۔ کافی ج ۱ ص ۴۹۷
ارشاد مفید ص ۳۰۴۔ مناقب ج ۴ ص ۳۹۰
۲۲۔ اعلام الوریٰ ص ۳۳۴
۲۳۔ کافی ج ۱ ص ۳۵۳۔ بحار ج ۵۰ ص ۶۷
۲۴۔ بحار ج ۵۰ ص ۴۷۔ خرائج راوندی کی روایت کے مطابق
۲۵۔ ارشاد مفید ص ۳۰۴۔ اعلام الوریٰ ص ۳۳۲، احقاق الحق ج ۱۲ ص ۴۲۷
الفصول المہمہ ص ۲۸۹
۲۶۔ منتہی الامال سوانح عمری حضرت امام رضا علیہ السلام ص ۶۷۔ عیون اخبار
ج ۲ ص ۲۴۷۔ بحار ج ۴۹ ص ۳۰۳۔
۲۷۔ ۲۸۔ سورۂ مائدہ آیت ۵
۲۹۔ سورۂ جن آیت ۱۸
۳۰۔ تفسیر عیاشی ج ۱ ص ۳۱۹، بحار ج ۵۰ ص ۵
۳۱۔ ارشاد مفید ص ۲۹۹، تفسیر قمی ص ۱۶۹، احتجاج طبرسی ص ۲۴۵۔ بحار
ج ۵۰ ص ۷۴۔ ۷۸، اختصار کے ساتھ۔
۳۲۔ کافی ج ۱ ص ۴۹۴۔ بحار ج ۵۰ ص ۶۰۔

۳۳۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۴۵۴
۳۴۔ منتہی الامال ج ۲ ص ۲۳۵، تحفۃ الازہار کے مطابق (محدث قمیؒ اس کتاب کے اسی صفحہ پر یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ تاریخ قم سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ زینب، ام محمد اور میمونہ بھی امام جواد علیہ السّلام کی بیٹیاں تھیں اور جناب شیخ مفید نے آپ کی بیٹیوں کے سلسلے میں "امامہ" کا بھی ذکر کیا ہے۔)
۳۵۔ خرائج راوندی ص ۲۰۸، بحار ج ۵۰ ص ۴۸۔
۳۶۔ ارشاد مفید ص ۳۰۷، اعلام الوریٰ ص ۳۳۸، بحار ج ۵۰ ص ۶، منتہی الامال ج ۲ ص ۲۳۴، (امام جواد علیہ السّلام کے سال شہادت اور روزِ شہادت کے بارے میں اور بھی اقوال ہیں جنکا تذکرہ نہیں کیا گیا ہے)۔
۳۷۔ رجال شیخ طوسیؒ ص ۱۴۲ ۔ ۳۴۲
۳۸۔ " " " ص ۳۹۷ ۔ ۴۰۹
۳۹۔ الکنیٰ والالقاب ج ۱ ص ۴۲۴
۴۰۔ غیبت شیخ طوسی ص ۲۲۵، بحار ج ۵۰ ص ۱۰۵
۴۱۔ معجم رجال الحدیث ج ۲ ص ۲۳۷، رجال کشی ص ۵۵۸
۴۲۔ رجال کشی ص ۵۰۳
۴۳۔ منتہی الامال سوانح عمری امام رضاؑ ص ۸۵
۴۴۔ رجال کشی ص ۵۹۵
۴۵۔ رجال نجاشی ص ۲۵۴
۴۶۔ " " ص ۲۵۵
۴۷۔ " " ص ۲۵۵

۴۸ ـ رجال کشی ص ۳۶۴

۴۹ ـ " " ص ۲۴۵ ـ ۵۲۴

۵۰ ـ نورالابصار ص ۱۸۰

۵۱ ـ الفصول المہمہ ص ۲۹۰

۵۲ ـ نورالابصار ص ۱۸۰

۵۳ ـ الفصول المہمہ ص ۲۹۲

۵۴ ـ نورالابصار ص ۱۸۰

۵۵ ـ الفصول المہمہ ص ۲۹۱

۵۶ ـ نورالابصار ص ۱۸۰

۵۷ ـ الفصول المہمہ ص ۲۸۹

۵۸ ـ " " ص ۲۹۱

۵۹ ـ نورالابصار ص ۱۸۰

۶۰ ـ الفصول المہمہ ص ۲۹۱

۶۱ ـ نورالابصار ص ۱۸۱

۶۲ ـ الفصول المہمہ ص ۲۸۹

۶۳ ـ نورالابصار ص ۱۸۰

۶۴ ـ الفصول المہمہ ص ۲۹۱

۶۵ ـ نورالابصار ص ۱۸۱

۶۶ ـ الفصول المہمہ ص ۲۹۰

۶۷ ـ نورالابصار ص ۱۸۰

۶۸ ـ الفصول المہمہ ص ۲۸۹

۶۹۔ احقاق الحق ج ۱۲ ص ۴۳۹۔ نقل از "وسیلہ المال" بقیہ ۱۹ اقوال جو نقل کئے گئے ہیں وہ کتاب احقاق الحق کی جلد ۱۲ صفحات ۴۲۸۔ ۴۳۹ میں موجود ہیں۔ لیکن یہ تمام اقوال "کتاب "الفصول المہمہ" اور کتاب" نور الابصار" سے لئے گئے ہیں۔

باسمہ سُبحانہٗ

رہنمائے کتاب

ابتدائیہ ______ ۵
ولادت امام ______ ۹
امامت امام ______ ۱۳
غیب کی خبریں اور معجزات ______ ۱۷
درخت کی بار آوری ______ ۱۹
امام رضاؑ کی شہادت کا اعلان ______ ۲۰
اعتراف قاضی ______ ۲۱
پڑوسی کی نجات ______ ۲۲
قیدی کی رہائی ______ ۲۲
معتصم عباسی کی نشست ______ ۲۵
سازشی شادی ______ ۲۸
عوام فریبی ______ ۳۷
امام کے شاگرد ______ ۳۹
علی بن مہزیار ______ ۴۰
احمد بن محمد ابی نصر بزنطی ______ ۴۲
زکریا بن آدم ______ ۴۲
محمد بن اسمٰعیل بن بزیع ______ ۴۳
اقوال امام ______ ۴۵
مآخذ ______ ۵۱